اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اسلام کی علمبرداری کا فخر مسیح موعودؑ کی جماعت کو عطا فرمایا ہے

اگر تم ساری دنیا کے مقابلہ میں جیتنا چاہتے ہو تو صحابہؓ والی صفات پیدا کرو

خدام الاحمدیہ کے بائیسویں مرکزی سالانہ اجتماع کے موقع پر صدر مجلس محترم صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کا خطاب

تشہد اور تعوذ اور قرآن کریم کی بعض آیات کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ سب تعریفیں اسی ذات کے لئے ہیں جس نے محض اور محض اپنے فضل سے ہمیں اپنا مرکزی اجتماع کرنے کی توفیق دی اور غیر معمولی طور پر اس کو برکت بھی دی۔ کیا اس لحاظ سے کہ باہر سے آنیوالے خدام کی تعداد ماشاء اللہ پہلے سے بہت بڑھ کر رہی۔ اور کیا اس لحاظ سے کہ جو اطفال باہر سے آئے ان کی تعداد بھی بہت اچھی رہی خصوصاً

سیالکوٹ کی مجلس

نے تو بہت اچھا نمونہ دکھایا ہے۔ ان کے ایک سو دس اطفال میں سے ۳۷ اطفال نے شرکت کی۔ جو عموماً اپنے شہر کے اندر بھی نہیں ہوتا۔ اتنی دور سے اُن کا اطفال کو اس کثرت سے لیکر آنا اس بات کی یقینی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کے اندر خدمتِ دین کا جذبہ موجود ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ہماری کسی خوبی کی وجہ نہیں۔ انتظامی قابلیتیں ہم میں کوئی زیادہ نہیں ہیں بلکہ بہت کم ہیں خصوصاً مجھ میں تو یہ بہت ہی نقص ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا ہے۔ اس کے اس فضل کے شکرانے کے طور پر ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اس سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنے شکر گزار بندوں میں شامل رکھے اور کبھی بھی ہم اس کی ناشکری کرنیوالوں میں شامل نہ ہوں۔ اس کے بعد قبل اسکے کہ میں آپ دوستوں کو الوداع کہوں اور آپ کو جانے کی رخصت دی جائے چند باتوں کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں خدام الاحمدیہ کے ممبران اور دوسرے احمدیوں سے بھی یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں

اپنی قدر کو پہچاننا

چاہیئے اور اس طرف توجہ دینی چاہیئے کہ ہمارے سپرد کیا کام کیا گیا ہے۔ نظریات کی جنگ ہمیشہ سے دنیا میں جاری ہے خواہ اس کا میدان کتنا ہی مختصر کیوں نہ ہو ایک ملک یا شہر کی کیوں نہ ہو اور غالباً یہ جنگ قیامت تک جاری رہے گی کیونکہ شیطان کسی نہ کسی رنگ میں انسان کو بہکاتا ہی رہے گا تاکہ اختلافات پیدا ہوتے چلے جائیں۔ اگرچہ موجودہ زمانے میں انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں سے مادی رنگ میں بہت فائدہ اٹھایا ہے اور انسانوں کو باہم ملانے کے غیر معمولی سامان پیدا ہو گئے ہیں سفر کے لحاظ سے بھی اور اپنے خیالات کو دوسرے ملکوں اور انسانوں تک پہنچانے کے لحاظ سے بھی مگر اس کے باوجود جوں جوں انسان ترقی کرتا چلا جا رہا ہے نظریات کی یہ جنگ زیادہ سے زیادہ شدت اختیار کرتی چلی جا رہی ہے پہلے اس کا میدان محدود ہوا کرتا تھا۔ کبھی یہ جنگ مصر میں ہوتی تھی اور کبھی کنعان میں۔ کبھی وہ عرب کے ملک میں محدود ہوتی تھی اور کبھی ہندوستان کے کسی ایک شہر میں۔۔ لیکن اب چونکہ خدا کی تقدیر نے انسان کے لئے یہ چاہا ہے کہ سارے انسان مل کر ایک ہو جائیں۔ اور تمام دنیا ایک ملک یا شہر کے حکم میں ہو جائے اس لئے اس کیلئے مناسب سامان بھی پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں مگر اس کے ساتھ

نظریات کی جنگ

بھی زیادہ شدت اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔ اس زمانہ میں اپنے نظریات کو منوانے کے لئے ______ کے لئے (World Dominance) یعنی ساری دنیا کو فتح کرنے کا

پروگرام لے کر تین خیالات، مذاہب یا ادیان سامنے آئے ہیں، ایک تو کمیونسٹ ہیں جو مادہ پرستی اور خدا کے انکار پر اپنی تہذیب اور فلسفے کی بنیاد رکھتے ہیں۔ دوسرے عیسائی یا مغربی فلسفہ ہے جو اگرچہ مادہ پرستی پر بنیاد رکھتے ہیں مگر کسی حد تک اللہ تعالیٰ کا اقرار بھی کرتے ہیں خواہ ناقص رنگ میں ہی سہی اور تیسرے اسلام ہے جو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ دنیا کے سارے انسان اسلام کو قبول کر کے ہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی رحمتوں کے وارث ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں اسلام ایک

مکمل لائحہ عمل

پیش کرتا ہے۔ نہ وہ مادہ کی طرف جھکتا ہے نہ مادہ کو بالکل ہی چھوڑ دیتا ہے بلکہ وہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم کو بھی پیدا کیا ہے اور اس کی روح کو بھی۔ اس کی روح کو فوقیت اور زیادہ قیمت حاصل ہے اور روح کو قربان نہیں ہونے دینا چاہیئے خواہ جسم کو قربان بھی کر دیا جائے کیونکہ روح زیادہ قیمتی چیز ہے اور خدا تعالیٰ کا قانون قدرت یہ ہے کہ کم قیمتی چیز کی خاطر قیمتی چیز کو قربان نہیں کیا جا سکتا بلکہ کم قیمت کی چیز کو قیمتی چیز پر قربان کیا جاتا ہے۔ بہر حال کمیونزم، مغربی فلسفہ اور اسلام یہ تین قسم کے فلسفے، عقائد یا خیالات تمام دنیا کو فتح کرنے کا پروگرام رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں

اسلام کی علمبرداری کا فخر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو عطا فرمایا

ہے۔ یہ ہماری کسی خوبی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ توفیق دی کہ ہم نے زمانے کے مامور کو قبول کیا اور ان زندہ نشانوں کے ذریعہ سے جو اس نے ہمیں دکھلائے ہمارے ایمانوں میں ایک مرتبہ پھر تازگی اور زندگی پیدا ہو گئی۔ باقی مسلمان جو تعداد کے لحاظ سے اور طاقت و سامان کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں ان میں مُردنی پائی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

مُردہ اور زندہ

ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اندھا بینا کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس لئے لازمی طور پر اسلام کی مدافعت اور حرماتِ اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر اور صرف ہم پر عائد ہوتی ہے یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اور یہ بہت بڑا شرف اور فخر ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو عطا فرمایا۔ ہم لوگوں کو اس بات کو ہمیشہ اپنے مدنظر رکھنا چاہیئے کہ ہماری جماعت دنیاوی اغراض کی خاطر یا کسی دنیاوی سوچی سمجھی سکیم کے مطابق دنیا میں قائم نہیں کی گئی بلکہ خدا تعالیٰ کے ازلی ابدی ارادے کے مطابق اور خدا کے ذکر کو بلند کرنے کے لئے اس کے دین کو غلبہ عطا کرنے کے لئے اور اس کے حبیب ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو بلند کرنے کے لئے قائم کی گئی ہے یہ

آسمانی تقدیر

ہے اور جو آسمان پر فیصلہ ہو جائے زمین اُس سے انکار نہیں کر سکتی۔ زمین و آسمان کا بادشاہ اللہ تعالیٰ ہے جب وہ آسمان پر کوئی فیصلہ کرتا ہے تو کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ اس فیصلے کو بدل دے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ اللّٰهَ فِي الْأَرْضِ یعنی تم اللہ تعالیٰ کو اپنی تدبیروں کے ذریعہ سے ہرا نہیں سکتے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ چونکہ تمہارے پاس تعداد ہے سامان ہیں۔ طاقتیں ہیں اس لئے تم جیت جاؤ گے اور خدا تعالیٰ نے جو تقدیر جاری کی ہے وہ ناکام رہے گی۔ سو اللہ تعالیٰ نے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے آسمان سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسلام کو فتح دی جائے گی اور فتح بھی اِس بےکس بےبس بےزر بےزور۔ بےعلم اور بےعرفان اور

دنیا کی نظر میں حقیر جماعت

کے ذریعہ سے۔ یہ خدائی تقدیر ہے جو بہرحال پوری ہو کر رہیگی پس ہمارے دلوں میں اس بارہ میں کامل امید اور پختہ یقین ہونا چاہیئے کہ یقیناً اور یقیناً اسلام غلبہ حاصل کر کے رہے گا۔ دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی اسلام کے نام کو نہیں مٹا سکتیں مگر اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ اس تقدیر کو ہم کس طرح اپنا سکتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کس قدر رعبناک اور پُرجلال الفاظ میں فرماتے ہیں کہ میں خدا کی مجسّم قدرت ہوں کوئی جھوٹا انسان، بدارادہ اور بدخیال انسان کبھی جرأت نہیں کر سکتا کہ اپنی نسبت یہ الفاظ کہے کہ میں خدا کی مجسّم قدرت ہوں۔ میرا سر میرے بال۔ میری آنکھیں۔ میرا ناک۔ میرے ہاتھ اور میرے پیر سب کچھ خدا کی تقدیر ہیں ۔۔ پہنے

چلے گا خدا تعالیٰ کا ہاتھ بھی اُدھر چلے گا۔ سو ان الفاظ کو جہاں ہمیں ہر وقت اپنے مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اپنی امیدوں اپنے عزائم اور اپنی ہمتوں کو بڑھانا چاہیئے وہاں ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ ہم اس کے مطابق اپنے آپ کو تیار کر رہے ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر کو دنیا میں ظاہر کر کے دکھا دیا۔ اور ثابت کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دائمی طور پر

خاتم النبیین

ہیں۔ سارے فضلوں اور ساری برکات کا مورد اور منبع اور سرچشمہ آپ ہی ہیں اور وہ اس طرح سے جبکہ اس زمانہ میں حالات بدل چکے تھے۔ خیالات بدل چکے تھے۔ سامان بدل چکے تھے اور تمدن بدل چکا تھا یہ ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمانہ کے لئے ایک نئی شکل میں نازل فرماتا سو اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک غلام کو اور ایک اُمتی کو بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ آپ کے ایک روحانی بیٹے کو دنیا میں مبعوث کیا تا وہ اپنے مقدس باپ اور اپنے روحانی آقا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ اور سیرت کو دوبارہ دنیا میں قائم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تُو دنیا کو بتا دے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ کہ اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ ہمیں خدا سے محبت ہے تو یاد رکھو کہ جب تک تم میرا رنگ اختیار نہیں کرتے تمہارا یہ دعویٰ محبت اللہ تعالیٰ کے حضور میں قبول نہیں [illegible] تم میرا رنگ اختیار کر لوگے تو واقعی تم

خدا کی نظر میں

اس کے عاشقوں میں شمار کئے جاؤ گے۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کا پیارا اور اس کی محبت تمہیں حاصل ہو جائے تو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ خدا کا حبیب میں ہوں۔ اس لئے اگر تم بھی خدا کا محبوب بننا چاہتے ہو تو میرا رنگ اختیار کرو اور میری سُنّت کی پیروی کرو۔ ایک زمانہ گزر جانے کے بعد اور مسلمانوں کے خیالات بدل جانے کے بعد خدا تعالیٰ نے اپنی اُس تقدیر کے مطابق جس کا قرآن کریم میں پہلے سے ذکر کر دیا تھا چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کو آپکی سیرت کو ایک روحانی وارث اور بیٹے کے ذریعے سے دوبارہ ظاہر کرے۔ چنانچہ وہ وارث حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ اور اسی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ میں خدا کی مجسّم قدرت ہوں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ کے لئے اپنا حبیب بنایا ہے اس زمانہ کے لئے اس نے اس تقدیر کو دوبارہ میرے وجود میں ظاہر کیا۔ پس ہم لوگ تبھی ترقی کر سکتے ہیں جب اپنی زندگی کو حضور کی تعلیم کے مطابق ڈھالیں۔

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ہے اس زمانہ میں نظریات کی جنگ بڑی شدّ و مد کے ساتھ جاری ہے اور اُن سب کے پاس جو اسلام کے مقابل پر ہیں بڑے سامان ہیں، بڑی طاقت ہے۔ بڑی دولت ہے۔ غرضیکہ سب کچھ ان کے پاس ہے اور اسلام کے پاس کچھ بھی نہیں اگرچہ سارے مسلمانوں کو بھی شامل کر لیا جائے لیکن اگر حقیقی مسلمانوں کو اور اسلام کے سچے علمبرداروں کو نظر میں رکھا جائے تو وہ تو کچھ بھی حقیقت

نہیں رکھتے۔ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ ظاہر بات ہے کہ جب ہمارے پاس ظاہری سامان نہیں ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ ہم جیتیں گے اور ہمارے دشمن ناکام ہوں گے اور نامراد ہوں گے۔ تو ضرور اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے سامان چھپا کر رکھے ہوں گے جن کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیئے۔ ظاہر بات ہے کہ جب تعداد ہمارے دشمنوں کے ہاتھ میں ہے۔ سامان و دولت ان کے ہاتھ میں ہے۔ تو جب ان کے پاس ہیں ہتھیار ان کے قبضہ میں ہیں۔ اشاعت اور تبلیغ کے سارے سامان ان کے پاس ہیں تو ضرور خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے بھی

ترقی کے سامان

مقرر کئے ہوئے ہوں گے جن کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ طریق کونسے ہیں جن پر چل کر ہم یہ یقین کر سکیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس جنگ میں ہم ہی جیتیں گے اور انشاء اللہ ہمیں عیسائیوں کے مقابلہ پر کمیونسٹوں کے مقابل پر اور تمام دنیا کے مقابل پر فتح حاصل ہوگی۔ قرآن کریم نے اس بات کو وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ (صٰفّٰت ع ۱) یعنی جب خدا کے نبی آتے ہیں اور وہ دنیا کو یہ بتاتے ہیں کہ ہم جو اکیلے ہیں بیکس، بے زر اور بے زور ہیں ہم جیت جائیں گے اور سارے سامانوں والے، ساری طاقتوں والے اور ساری تعدادوں والے ہار جائیں گے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے وقت میں ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ شخص بغیر سامانوں کے جیت جائے اور یہ سارے سامانوں

والے ہار جائیں۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کا جواب دیا ہے: أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا۔ کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہاری طاقتیں جو خلقی طور پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہیں وہ زیادہ مؤثر ہیں یا وہ جن کو ہم نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ یہاں ہاتھ سے پیدا کرنے سے مراد حزب اللہ یعنی خدا کی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ دنیا دار لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس زیادہ طاقت اور سامان ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ ہم نے جن لوگوں کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے یا جو خدا کے حزب اور خدا کی جماعت میں شامل ہیں انہیں ایسی فطرت دی گئی ہے جسے طینِ لازب کہتے ہیں یعنی ان کی فطرت میں وفاداری، محبت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پایا جاتا ہے اور اسی طینِ لازب کی بناء پر وہ کامیاب ہوں گے اور دوسرے ناکام۔ قرآن کریم کے ان الفاظ میں ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ مادہ پرست اس لئے جیت نہیں سکتا کہ وہ ان تقاضوں کو پورا نہیں کر رہا ہوتا جو اس کی فطرت میں رکھے گئے ہیں اور اپنی فطرت سے جنگ کر رہا ہوتا ہے۔ چونکہ وہ طینِ لازب نہیں رکھتا اور اس کی فطرت میں وفاداری کا جو مادہ رکھا گیا تھا وہ اسے بروئے کار نہیں لاتا اس لئے وہ ناکام رہتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں مومن جو عَلَق کے مادہ سے پیدا کیا گیا ہے وہ طینتِ لازب کو بروئے کار لاتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ نسخہ بتا دیا ہے کہ اگر تم ساری دنیا کے مقابلے پر جیتنا چاہتے ہو تو تم اپنی فطرت کے تقاضوں کو پورا کرو۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے سے تعلق قائم کریں۔ آپس میں

محبت اور ہمدردی کا سلوک

دکھیں طینتِ لازب کو بروئے کار لائیں اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقتوں کو درست طور پر استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے انتہاء طاقتیں دی ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ انسان بجائے اس کے کہ ان طاقتوں کو خود درست طور پر بروئے کار لائے خارج پر نظر دوڑاتا ہے اور پسند کرتا ہے کہ لوگ اس کے لئے کچھ کریں۔ پس اگر ہم خدا کی محبت اپنے دلوں میں پیدا کرلیں تو دنیا کی کوئی قوم ہمارے مقابل پر نہیں ٹھہر سکتی۔ اور یہی وہ تقدیر ہے جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں

خدا کی مجسّم قدرت

ہوں۔ آپؑ نے اپنی آمد کا مقصد بھی یہی بیان فرمایا ہے کہ آپ خدا کی توحید کو قائم کرنے اور انسانوں میں باہم محبت اور اخوت پیدا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا تاکہ روئے زمین کی تمام سعید روحوں کو دینِ واحد پر اکٹھا کیا جائے اور اس کا یہی مطلب ہے کہ انسانوں میں باہم اتحاد اور اخوت و محبت پیدا کی جائے۔ پس اگر انسان خدا کی توحید اور باہمی اخوت و محبت کا سبق سیکھ لے تو وہ طینتِ لازب اپنے اندر پیدا کرلیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی محبت اُسے حاصل ہوجاتی ہے۔

شروع سے لے کر آخر تک مجلس خدام الاحمدیہ کا سارا پروگرام محض اسی لئے ہے کہ ہمارے اندر طینتِ لازب پیدا ہوجائے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

کلید ایں ہمہ دولت محبت است و وفا
خوشا کسے کہ چنیں دولتش عطا باشد

یعنی یہ جو دولت اور کمالات اللہ تعالیٰ نے مجھے دئیے ہیں وہ یہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ نے صرف مجھے دیدئیے ہوں اور دوسروں کو اس سے محروم کر رکھا ہو۔ یہ دولت اور کمال ہر اُس انسان کو حاصل ہوسکتا ہے جس کے ہاتھ میں انہیں حاصل کرنے کی چابی محبت اور وفا ہے۔ قرآنِ مجید فرماتا ہے اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝ مومن کافروں کے مقابلہ پر اس لئے جیتتے ہیں کہ کافر کی طینت لازب نہیں، وہ خدا تعالیٰ سے بغاوت کرتا ہے۔ اپنی

فطرت سے بغاوت

کرتا ہے۔ انسانیت کے تقاضوں سے بغاوت کرتا ہے۔ انسانی معاشرہ سے بغاوت کرتا ہے لیکن مومن اس کے مقابل پر اللہ تعالیٰ سے محبت کا رشتہ قائم کرتا ہے۔ اور اس سے چمٹا رہتا ہے جس کے نتیجہ میں اس میں وسعتِ نظری وسعتِ قلبی اور وسعتِ عملی پیدا ہوجاتی ہے جب تک انسان میں خدا تعالیٰ کی صفات کی تجلی نہ ہو اور وہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا نہ کرے اس وقت تک اس میں وسعتِ نظری اور وسعتِ قلبی پیدا نہیں ہوتی اور جب تک وسعتِ نظری اور وسعتِ قلبی پیدا نہ ہو تو اعمال میں بھی وسعت پیدا نہیں ہوا کرتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (طٰہٰ ۱۲۵) کہ جو خدا تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اور خدا کے ذکر سے

اعراض کرتا ہے فان لہ معیشۃ ضنکا کہ وہ ہمیشہ تنگی کی اور تکلیف کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ جو خدا کو یاد کرتا ہے۔ خدا کے کلام قرآن مجید پر غور کرتا ہے اس کے نتیجہ میں اس کے دماغ میں

روشنی اور جلاء

پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کے دل میں وسعت پیدا ہوتی ہے شرح صدر عطا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے اعمال میں وسعت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور جوں جوں انسان کے اعمال میں۔ خیالات میں۔ ارادوں میں وسعت پیدا ہو گی توں توں اس کے اعمال میں نیک تبدیلی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔

پس جیسا کہ میں نے بتایا ہے انسان میں سارے کمالات پیدا ہوتے ہیں طینتِ لازب کے نتیجہ میں۔ خدا تعالیٰ سے وفاداری کرنے کے نتیجہ میں اور اس کے جو حقوق انسان پر عائد ہوتے ہیں ان حقوق کو وفاداری سے ادا کرنے کے نتیجہ میں اور

مجلس خدام الاحمدیہ کا سارا پروگرام

اور سکیم یہی ہے کہ وہ بنیادی خُلق انسان کے اندر پیدا کرنا چاہتی ہے تاکہ وہ خدا تعالیٰ سے بھی وفاداری کرے اور خدا کے بندوں سے بھی وفاداری کرے۔ ہمارا تربیت کا پروگرام ہے۔ ہمارا ایثار کا پروگرام ہے۔ ہمارا اصلاح وارشاد کا پروگرام ہے۔ خدمتِ خلق کا پروگرام ہے۔ اعتماد کا پروگرام ہے۔ مال کا پروگرام ہے۔ یہ جتنے بھی ہمارے پروگرام ہیں سب اسی غرض کے لئے ہیں تاکہ احمدی نوجوانوں کے اندر طینتِ لازب پیدا کی جائے۔ ان کے اندر وفاداری پیدا کی جائے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق قائم ہو جائے اور ان میں استقامت ایسی مضبوط ہو جائے کہ کہ اپنی جگہ سے پہاڑ ٹل جائیں لیکن وہ نہ ٹلیں۔ خدا تعالیٰ کی خاطر ہر تکلیف اور ہر دکھ پوری خوشی اور بشاشت کے ساتھ برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں اور زبان پر کوئی حرفِ شکایت نہ لائیں۔

سو ہم لوگوں کو جو یہاں خدا تعالیٰ کی خاطر اکٹھے ہوئے ہیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ اللہ اور رسول کے فرمودات کے ساتھ ہم ایسا سلوک نہ کریں جس طرح ایک

بنجر زمین میں بیج

ڈالا جاتا ہے بلکہ ہمیں چاہیئے کہ ہم دل کی زمینوں کو ایسا بنائیں کہ وہ بیج ہمارے دلوں میں جڑ پکڑ جائے اور بابرکت اور پُرثمرات درخت بن جائے۔ اخلاق پر زور دیں۔ دعاؤں پر زور دیں اور اس بات پر زور دیں کہ ہمارے اندر وہ بنیادی خلق پیدا ہو جائے جس کو خدا تعالیٰ نے کامیابی کی ضمانت قرار دیا ہے اور وفاداری کریں اللہ سے بھی اور اللہ کے بندوں سے بھی۔ عام اخلاق دو ہی حصوں میں منقسم ہیں۔ حقوق اللہ ہیں اور حقوق العباد ہیں۔ حقوق اللہ سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنیوالے کی معرفت حاصل کرکے اس کے ساتھ محبت۔ اخلاص اور عبودیت کا تعلق قائم کرے۔ حقوق العباد جو کہ دراصل توحید کا ہی حصہ ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ ہم سب خدا کے بندے ہیں ہم سب کا ایک ہی خالق ہے اس لئے اس پاک رشتے کا خیال کرتے ہوئے باہم محبت

اور اخوت کے ساتھ رہیں اور کسی کے ساتھ دشمنی نہ رکھیں کسی سے حسد نہ کریں کسی کے لئے بُرا نہ چاہیں۔ اپنے خیالات کو اپنے ارادوں کو کامل طور پر پاک کر لیں کسی بھائی کے متعلق کسی قسم کی بُرائی ہمارے دلوں میں جگہ نہ پائے۔ یہ محبت اور اخوت بھی دراصل خدا تعالیٰ ہی کی محبت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی محبت جب تک انسان کے دل میں پیدا نہ ہو وہ مخلوق سے محبت نہیں کر سکتا اور اسی طرح سے جو خدا کی مخلوق سے محبت نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ سے بھی محبت نہیں کر سکتا غرض میں اپنے عزیزوں سے

پُرزور الفاظ میں اپیل

کرتا ہوں کہ وہ اس تربیت کو جو ان کو یہاں دی گئی ہے ضائع نہ ہونے دیں بلکہ وفاداری کا ثبوت دیں اور استقامت کے ساتھ ان باتوں پر قائم رہیں۔ یہ نہ ہو کہ جو باتیں یہاں سنی ہیں یہاں سے جا کر ان کو بھول جائیں اور وہی دنیا داری کی باتیں وہی بدنیتی۔ بے ایمانی اور لوٹ کھسوٹ یا دوسری باتیں جو دوسرے انسانوں میں جو دنیا کے کیڑے بنے ہوئے ہیں پائی جاتی ہیں ہمارے اندر بھی پیدا ہو جائیں۔ خدا اور رسول کی باتیں آپ نے جس ماحول میں سنی ہیں اس کے نتیجہ میں ضرور آپ کے دلوں میں کچھ نہ کچھ نرمی پیدا ہوئی ہو گی۔ خدا کے ذکر نے ضرور آپ کے دلوں میں خدا کی محبت پیدا کر دی ہو گی۔ اب اللہ تعالیٰ کے واسطے اس محبت کو ضائع نہ ہونے دیں بلکہ اس کو بیج کے طور پر اپنے دلوں میں جگہ دیں اور اس محبت کو بڑھاتے چلے جائیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہی بیان کیا ہے کہ جو شخص رَبُّنَا اللہ کہتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان

اور اس کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے وہ اس وقت تک خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس دعویٰ ایمان اور دعوئے محبت میں

استقامت

دکھا کر اپنے آپ کو سچا ثابت نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ
ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا
تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ
الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ
أَوْلِيَآؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَفِي الْآخِرَةِ ۔ (حٰمٓ سجدۃ ۳۱-۳۲)

فرماتا ہے کہ جو لوگ رَبُّنَا اللہ کہتے ہیں محض رَبُّنَا اللہ کہنے کی وجہ سے وہ کامیاب نہیں ہو جایا کرتے جب وہ دعویٰ کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ انہیں آزماتا ہے اور مختلف ابتلاؤں اور تکلیفوں میں ڈال کر ان کی استقامت کا امتحان کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ جو کہ حسن و احسان کا سرچشمہ ہے کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ ہر کمینہ شخص اٹھ کر اس کی محبت کا دعویٰ کرنے لگ جائے معمولی حسینوں میں بھی ناز پیدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ جو

حسن و احسان کا سرچشمہ

ہے اس میں کبریائی کیوں نہ پیدا ہو۔ اس لئے یہ لازمی بات

ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو آزماتا ہے۔

پس ہم سب کو اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ جو باتیں ہم نے یہاں سیکھی ہیں ان پر استقامت اور صبر کے ساتھ قائم ہو جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ بے صبر انسان کبھی بھی خدا تعالیٰ کے فضلوں اور برکتوں کا وارث نہیں ہو سکتا۔ آج جو شخص جا کر زمین میں بیج بوتا ہے اور کل اس بات کی امید رکھتا ہے کہ ایک ہی دن کے اندر اس کا کھیت کھڑا ہو جائے گا اور وہ پھل کاٹ کر گھر لے آئے گا وہ بیوقوف ہے اور اس کی بے صبری اس کو اس حماقت پر آمادہ کرتی ہے اس لئے یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ بہرحال اب جبکہ بیج ہمارے دلوں میں بو یا گیا ہے وہ آہستہ آہستہ ہی پھل لائے گا ایک دن کے اندر ہم نورانی اور پاکباز نہیں بن سکتے بلکہ اگر

آہستہ آہستہ

ہم ان اخلاق پر زور دیں گے جو ہمیں یہاں بتائے گئے ہیں تو ہمارے اندر وہ کمالات پیدا ہو جائیں گے جن کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے فرشتے انسان پر نازل ہوا کرتے ہیں اور انسان کی راہوں کو پاک کیا کرتے ہیں خدا ایسے لوگوں کا متکفل اور متولی ہو جاتا ہے اور خود اس بات کی ذمہ داری لے لیتا ہے کہ ان کے سارے کام پورے کرے گا پس ان اخلاق پر جن کی آپ کو تعلیم دی گئی ہے صبر اور استقامت کے ساتھ زور دینا چاہیئے اسی طرح نظم و ضبط پر زور دیں نظم و ضبط کے نتیجہ میں قومیں وہ کام کر سکتی ہیں جو کہ بغیر نظم و ضبط کے ممکن نہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ اگرچہ اخلاق اور روحانیت ایک فرد کی اپنی ذمہ داری ہے لیکن جنت کے حصول کے لئے جہاں فردی کوششیں ضروری ہیں وہاں

اجتماعی کوششیں

بھی ضروری ہیں۔ سورۃ زمر میں جس کا نام خود اجتماعیت کی طرف اشارہ کر رہا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا۔ (زمر ۷۴)

یعنی جو لوگ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کو گروہ در گروہ ہانک کر جنت کی طرف لیجایا جائے گا۔ اس میں سوق اور زمرًا کے لفظ میں یہی بتایا گیا ہے کہ انسان جنت کے حصول کے لئے جہاں انفرادی کوشش کرتا ہے وہاں اسے اجتماعی کوششیں بھی کرتے رہنا چاہیئے تاکہ ان کی طاقتیں ضائع نہ ہو جائیں — ایک روپیہ سے آپ ایک کام نہیں کر سکتے لیکن اگر ہزار آدمی مل کر ایک ایک روپیہ دیں تو اس سے بہت سے نیکی کے کام ہو سکتے ہیں پس اجتماعیت کا مقصد یہی ہے کہ قوم کے اندر جو کمالات یا صلاحیتیں ہیں انکو مجتمع کر لیا جائے اور اس کے نتیجہ میں سب مل کر کام کریں۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جو

مختلف تنظیمیں

قائم کی ہیں جیسا کہ کل تلقین عمل میں مکرم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے آپ کو اس طرف توجہ بھی دلائی تھی ان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قوم میں باہم افتراق پیدا کیا جائے بلکہ یہ اسلئے ہیں تاکہ مختلف جہات سے اس بات کی کوشش ہو کہ جماعت

کے مختلف طبقات احمدیت کے مقصد کے مطابق اپنی زندگیوں کو بسر کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ بچوں کی تربیت کے لئے والدین کی کوششیں ایک انفرادی حیثیت رکھتی ہے اور اس کا وہ نتیجہ نہیں نکلتا جو ان تنظیموں کی مساعی کے نتیجہ میں نکل سکتا ہے اور اسی غرض کے لئے حضور نے انصار اللہ کی تنظیم قائم کر دی بڑی عمر کے لوگوں کے لئے۔ خدام الاحمدیہ کی تنظیم قائم کر دی تو جوانوں کے لئے۔ اطفال الاحمدیہ کی تنظیم قائم کر دی بچوں کے لئے۔ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم کر دی عورتوں کیلئے گویا کہ سب کے سب احمدیوں کو ایک طرف سے یا دوسری طرف سے ہانک کر جنت کی طرف لیجایا جا رہا ہے۔

اصل چیز

فرد کی نجات

ہوتی ہے اور خدا کا کلام بھی فرد کو ہی مخاطب کرتا ہے نہ کہ جماعت کو۔ لیکن دنیا میں نیکی کو قائم کرنے کے لئے اور اس پاک ماحول کو پیدا کرنے کے لئے جس کے نتیجہ میں انسان جنت کی طرف جا سکتا ہے۔ اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے مجلس خدام الاحمدیہ کے عہدیداروں کو خصوصاً اور دوسرے خدام کو بھی اپنی تنظیم کو مضبوط کرنا چاہیئے اس کے نتیجہ میں ہمارے اندر وہ اخلاق پیدا ہو جائیں گے جنہیں قرآن مجید نے

کامیابی کی کلید

قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ نماز باجماعت کی طرف بہت توجہ کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اس کی طرف بہت زور دیا ہے۔ اس سے حقوق اللہ بھی ادا ہو جاتے ہیں اور حقوق العباد بھی۔ اسی طرح باہم اخوت و محبت کو قائم کرنا خدمتِ خلق کرنا۔ خدا کے بندوں کی ہمدردی اپنے اندر پیدا کرنا تبلیغ کرنا۔ حق کا پیغام دنیا کو پہنچانا یہ سب باتیں ضروری ہیں اور سب کا مقصد یہی ہے کہ ہمارے اندر وہ اخلاق پیدا ہو جائیں جن کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ سے ہمارا تعلق قائم ہو جائے اور خدا کے بندوں کے جو حقوق ہم پر عائد ہوتے ہیں وہ سب ہم ادا کر دیں۔ یہ سب باتیں آپ کے سامنے مختلف رنگوں میں بیان کی گئی ہیں پس جو باتیں بھی آپ نے سنی ہیں ان کو اپنے دل میں

بیج کی طرح

جگہ دیں اور ان پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی کوشش کریں اگر ہم لوگ چندے دیتے ہیں تنظیمی کاموں میں وقت دیتے ہیں اور ظاہری کام تو کرتے ہیں لیکن ہمارے اخلاق اچھے نہیں ہوتے، ہمارے اندر خدا کی مخلوق کی ہمدردی پیدا نہیں ہوتی ہم میں جرأت کا فقدان ہے۔ ہم میں صداقت کا فقدان ہے ہم میں محنت کا فقدان ہے۔ اسی طرح سے سادہ زندگی جو کہ اخلاق کے لئے بہت ضروری ہے اس کا فقدان ہے تو لازمی بات ہے کہ ہم ان تنظیمی کاموں کی برکت حاصل نہیں کر سکتے اور یہ کام بھی ویسے ہی ہوں گے جیسے دنیا داروں کے کام ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم نے

دنیا داروں کے طریق

پر ہی کام کرنا ہے تو ظاہر بات ہے کہ ہم سے زیادہ ناکام

ہونیوالا اور ذلت اٹھانیوالا اور کوئی گروہ نہیں ہوگا۔ سارے سامان ہمارے دشمنوں کے ہاتھ میں ہیں۔ کمیونسٹوں کے ہاتھ میں ہیں عیسائیوں کے ہاتھ میں ہیں دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ہاتھ میں ہیں یا خود مسلمانوں میں سے ان لوگوں کے ہاتھ میں ہیں جو کہ احمدیت کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں ہمارے پاس اگر کچھ ہے تو وہ یہی ہے کہ ہم اپنی

طینتِ لازب

کو بروئے کار لائیں۔ خدا تعالیٰ سے وفاداری کا تعلق قائم کریں۔ ایمان پر استقامت دکھائیں اور خدا تعالیٰ سے اور خدا تعالیٰ کے بندوں سے محبت کریں تا کہ خدا تعالیٰ کا فضل ہم پر نازل ہو اور اس کے فرشتے آسمان سے نازل ہو کر ہماری راہوں کو آسان کر دیں۔

میں عرض کر چکا ہوں کہ خدا کی تقدیر یہی ہے کہ اسلام غالب آئے گا اور بہر حال غالب آ کر رہے گا اور دنیا کی کوئی طاقت اس تقدیر کو قائم ہونے سے روک نہیں سکتی۔ یہ خدا کی تقدیر بہر حال پوری ہو گی اور ہمارے ہی ذریعہ سے پوری ہو گی (انشاء اللہ العزیز) خواہ دنیا کی نظر میں ہم کتنے ہی ذلیل و حقیر کیوں نہ ہوں۔ اس لئے اپنی امیدوں کو بلند کریں اور اپنے عزائم اور اپنی ہمتوں کو بلند کریں اور کوشش کریں کہ خدا تعالیٰ کی تقدیر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جاری ہوئی ہے ہم اپنی زندگیوں میں اسے پورا ہوتے دیکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:-

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ
يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا فَيَذَرُهَا
قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرٰى فِيْهَا
عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ
الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ
الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ
اِلَّا هَمْسًا　(طٰہٰ ۱۰۶-۱۰۹)

یعنی لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں یا آئندہ زمانہ میں پوچھیں گے کہ اسلام کس طرح سے غالب آئے گا۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ اس کے سامنے کتنے

مشکلات کے پہاڑ

کھڑے ہیں کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ عیسائیت کے پاس کتنے سامان ہیں اور کمیونسٹوں کے پاس کتنے سامان ہیں تو کیا تم دیوانے ہو گئے ہو کہ یہ سمجھتے ہو کہ اسلام غالب آجائے گا اور دوسری سب طاقتیں مٹ جائیں گی۔ اسلام کی راہ میں جو اتنے بڑے بڑے پہاڑ ہیں آخر ان کا کیا بنے گا قُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۔۔۔۔ یعنی تو کہدے کہ میرا اعتماد اور توکل دنیا کے سامانوں پر نہیں بلکہ اپنے رب پر ہے۔ جب میرا رب چاہیگا اور جب ہمارے اندر جو احمدی کہلاتے ہیں یہ تبدیلی پیدا ہو جائے گی کہ ہم خدا کی خاطر مرنے اور خدا کی خاطر جینے کے لئے تیار ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے اپنی تقدیر ظاہر فرمائے گا۔ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا۔ اسلام کے راستے کے تمام پہاڑوں کو ملیامیٹ اور ریزہ ریزہ کر دے گا۔ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا اور اسلام کی راہ کو بالکل ہموار کر دے گا لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۔۔ اس کی راہ میں کوئی

بھی ادرا اونچ نیچ باقی نہیں رہے گی اور اسلام کا یہ قافلہ بڑی آب وتاب کے ساتھ اور

پہلے سے بڑھ کر شان وشوکت

کے ساتھ آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یَوْمَئِذٍ یَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِیَ جب خدا کی تقدیر ظاہر ہوگی تو ساری دنیا اُلدَّاعی یعنی خدا کی طرف بلانیوالے بابرکت وجود کی پیروی میں لگ جائیگی۔ پھر فرمایا وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ۔ سب آوازیں خدائے رحمٰن کی آواز کے سامنے جھک جائیں گی۔ اس وقت قرآن کی حکومت ہوگی اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہوگی۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ جب ہم استقامت دکھائیں گے ایسی استقامت کہ جس کے مقابل پر پہاڑ بھی نہ ٹھہر سکیں تو جو مشکلات اسلام کی راہ میں حائل ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اُن کو دور کر دے گا اور انشاء اللہ

ہمارے خدا کی حکومت

دنیا میں قائم ہوگی ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت قائم ہوگی اور قرآن کی حکومت دنیا میں قائم ہوگی خدا کرے کہ یہ دن ہماری زندگیوں میں آئے اور ہماری کوششوں کو اللہ تعالیٰ بابرکت کرے۔ خدا نہ کرے کہ کوئی اور قوم ہو جسے خدا تعالیٰ اس کام کے لئے چُن لے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ بھی فرمایا ہے کہ جب ایک قوم کو یہ موقع دیا جائے اور وہ بے وفائی کرے اور استقامت کا نمونہ نہ دکھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اور قوم لے آتا ہے۔ پس یہ

بہت خوف کا مقام

ہے۔ دعا کرو اور ڈرتے رہو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہو کر اور ہمیں نااہل پاکر یہ فخر کسی اور قوم کو دیدے بلکہ اللہ تعالیٰ ہم بے بسوں اور کمزوروں اور لاچاروں پر فضل فرمائے اور خود اپنے ہاتھ سے ہمیں پاک کرے۔ اپنی محبت کا جام پلائے۔ ہمیں اپنا عرفان عطا فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی راہ میں استقامت کا وہ نمونہ دکھائیں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم نے دکھایا تھا۔

قرآن کریم کی وہ آیات جو شروع میں تلاوت کی گئی ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی یہ صفات بیان کی ہیں کہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ وہ کفار کے مقابل پر بڑے سخت ہوتے ہیں یعنی کفر کا کوئی اثر قبول نہیں کرتے۔ یہ نہیں ہوتا کہ مغرب سے کوئی فلسفہ آجائے یا امریکہ اور روس سے کوئی بات آجائے تو آمنا اور صدقنا کہدیتے ہیں بلکہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ کفر کے مقابلہ پر وہ بنیان مرصوص کی طرح مضبوط ہوتے ہیں لیکن رحماء بینھم آپس میں بڑی محبت کرنیوالے رافت اور رحمت کا سلوک کرنیوالے ہوتے ہیں اور یاد رکھیں یہ طبیعت لازب ہی ہے جس کے نتیجہ میں یہ خوبیاں پیدا ہوتی ہیں ظاہر ہے کہ جو آپس میں مل کر رہیں گے وہی دشمنوں کے مقابلہ پر بھی مضبوط ہوں گے لیکن جن میں آپس میں اختلاف ہوگا وہ دشمن کے مقابل پر کوئی ٹھوس مدافعت پیش نہیں کر سکتے۔ یہ خوبیاں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی بیان کی ہیں کہ وہ آپس میں باہم

محبت رکھتے ہیں کیونکہ جب تک باہم اتحاد نہ ہو کفر اور کافر کے مقابل پر کوئی مضبوط محاذ قائم نہیں کیا جا سکتا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ابھی تک ہمارے نوجوانوں میں

مغربی زہر کے مقابلے کی طاقت

نہیں پیدا ہوئی کیونکہ ان میں باہمی اخوت اور کامل طور پر ایسی محبت پیدا نہیں ہوئی جو صحابہ کرام میں موجود تھی۔ اگر یہ صفت ہم اپنے اندر پیدا کر لیں رحماء بینھم ہو جائیں تو کفر کے مقابلے پر بھی سخت ہو جائیں گے، نہ کمیونسٹوں کے خیالات نہ مغربی فلسفہ نہ کوئی اور خیالات ہمارے دل پر اثر کریں گے بلکہ ہم باہم مل کر ایک دوسرے کے ایمانوں کو بڑھانے اور ایک دوسرے کے یقین کو ترقی دینے والے ہو جائیں گے اور اس کے نتیجہ میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۔ (الفتح ۴)

ہم میں زیادہ سے زیادہ ساجد اور راکع پیدا ہوتے جائیں گے زیادہ سے زیادہ دلوں میں ذوقِ عبادت پیدا ہوتا چلا جائے گا۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے دلوں میں

خدا کی توحید کے لئے غیرت

پیدا ہوتی چلی جائے گی اور ان کا ایک ہی مقصد ہو گا یعنی یہ کہ خدا کا فضل اور اس کی رضاء انہیں حاصل ہو جائے۔ ان کو بھی۔ ان کے بھائیوں کو بھی اور ان کے پڑوسیوں کو بھی انکے شہر والوں کو بھی اور ان کے ملک والوں کو بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اس قسم کی صفات اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں تو سیماھم

فی وجوھھم من اثر السجود تو ان کے چہروں پر

سجدوں کے نشانات

ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یعنی جب ان کے اندر یہ اوصاف پیدا ہو جاتے ہیں تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ ناکام رہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ ان کو دنیا میں زیادہ دیر تک ذلیل رہنے دے۔ شروع میں تو یقینی طور پر جو خدا تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو آزماتا ہے لیکن جوں جوں وہ محبت میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں توں توں خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کے آگے سجدے کرنے کی وجہ سے ان میں نُور پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص راتوں کو خدا تعالیٰ سے محبت کا تعلق قائم کرتا ہے خدا تعالیٰ دن کے وقت اس کے چہرے پر حسن اور نکھار پیدا کر دیتا ہے۔

پس یہ

صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفات

ہمیں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔ ایک طرف خدا تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ سے وفاداری کا تعلق اور دوسری طرف باہمی اتحاد اور اخوت۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں جن کے ارد گرد مجلس خدام الاحمدیہ کا سارا پروگرام یا جماعت احمدیہ کا وسیع تر پروگرام گھومتا ہے۔ اسلام کو سربلند کرنا اور دینِ اسلام کا غلبہ تمام ادیان پر ثابت کرنا یہ پروگرام بھی انہی دو صفات کے پورا کرنے سے بدرجۂ اتم حاصل ہو سکتا ہے۔